رسائل و مسائل

اللہ کی حاکمیّت

جناب ملک غلام علی

سوال: بعض اہلِ علم پاکستان کے آئین پر یہ اعتراض وارد کرتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے ساتھ رسول اکرمؐ کی حاکمیت کا ذکر نہیں ہے، حالانکہ اسلام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اقتدارِ اعلیٰ کے مالک ہیں اور رسول اکرمؐ کی حاکمیت تسلیم کیے بغیر خالقِ کائنات کی حاکمیت اعلیٰ کا تصور مکمل نہیں ہوتا۔ اللہ کی حاکمیت اصلی و حقیقی ہے جب کہ رسول اللہ کی حاکمیت نیابتی و تفویضی ہے۔ پاکستان کے دستور کی ابتدا میں اللہ کی حاکمیّت کے ساتھ رسولؐ کی حاکمیت کے تصور کو شامل کیے بغیر اسے صحیح معنوں میں ایک اسلامی ریاست کا آئین قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پاکستان کے آئین میں یہ سقم موجود ہے کہ اللہ کی حاکمیت کے بعد حضرت نبی اکرمؐ کی حاکمیت کو درج کیے بغیر مسلمان حکمرانوں کو اللہ کی حاکمیت کا امین قرار دے دیا گیا ہے۔

براہ کرم واضح کریں کہ یہ اعتراض کہاں تک صحیح اور حق بجانب ہے اور اس کا دفعیہ و تدارک کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: "قراردادِ مقاصد" جو دستور ساز اسمبلی پاکستان نے منظور کی تھی اور جسے جمہوریہ اسلامیہ پاکستان ۱۹۵۶ء کے دستور کا دیباچہ بنایا گیا تھا۔ اس کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد ان الفاظ سے ہوتی ہے:

SOVEREIGNTY OVER THE ENTIRE UNIVERSE

BELONGS TO ALLAH ALMIGHTY ALONE

اِس کا ترجمہ اُردو میں یہ کیا جائے گا کہ: "پوری کائنات پر حاکمیت فقط اللہ رب العلمین کے لیے ہے"۔

قراردادِ مقاصد کے یہ الفاظ پاکستان کے ہر دستور میں شامل رہے ہیں اور موجودہ دستور کی دفعہ ۲-الف کی رُو سے قراردادِ مقاصد دستور کے متن کا مؤثر اور واجب التنفیذ حصہ بن چکی ہے۔ قراردادِ مقاصد کے ابتدائی الفاظ جو اُوپر نقل ہوئے بالکل بے غبار اور ایسے مضمون و مفہوم کے حامل ہیں، ایسے جامع و مانع ہیں کہ ان کی صحت اور مبنی بر حقیقت ہونے پر پوری اُمت کا اتفاق ہے۔ قرآن مجید میں یہی بات وضاحت سے بیان فرمائی گئی ہے:

- اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (یوسف ۴۰) نہیں ہے حکمرانی مگر صرف اللہ کے لیے
- اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (الاعراف ۵۴) جان لو کہ خلق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اُسی کا۔
- وَلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا (الکھف ۲۶) وہ اپنی حکمرانی میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔
- لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ (بنی اسرائیل ۱۱۱) حاکمیت اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

چنانچہ سلف سے خلف تک علمائے اسلام نے اُصول الفقہ پر جو کتابیں تحریر فرمائی ہیں ان میں یہ اُصولی و اساسی نکتہ بالعموم درج کیا گیا ہے کہ حاکم دراصل اللہ تعالیٰ ہے اور اقتدارِ اعلیٰ اُسی کی ذات کے لیے ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

مشہور حنفی امام ابن الہمام اپنی کتاب التحریر فی اُصول الفقہ میں فرماتے ہیں:

- الحاکم لا خلاف فی انه الله رب العٰلمین۔ حکم دینے والی ذات کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وہ اللہ رب العالمین ہے)۔

(تیسیر التحریر، جلد ۲، ص ۱۵۰۔ دار الفکر)

شافعی فقیہہ امام سیف الدین الآمدی اپنی تصنیف "الاحکام فی اُصول الاحکام" میں

فرماتے ہیں:

اعلم ان الحکم الشرعی یستدعی حاکما ..... اعلم انه لاحاکم سوی اللہ تعالیٰ ولاحکم الّا ماحکم به (الاحکام - جزء اوّل - ص ۷۹)

(جان لو کہ حکم شرعی کا تقاضا ہے کہ اس کا حاکم ہو اور جان لو کہ کوئی حکم دینے والا نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور حکم وہی ہے جو اللہ نے دیا ہو)۔

حجۃ الاسلام امام غزالی اپنی تصنیف "المستصفیٰ فی علم الاصول" میں لکھتے ہیں:

فی البحث عن الحاکم یتبیّن ان لاحکم الّا للہ وانه لاحکم للرسول ولا للسید علی العبد ولا لمخلوق علی مخلوق بل کل ذٰلك حکم اللہ تعالیٰ ووضعه لاحکم لغیرھا۔ (المستصفیٰ فی علم الاصول - ص ۸)

(صاحبِ حکم کی بحث میں یہ واضح ہے کہ حاکمیت خالص اللہ کے لیے ہے، اور رسولؐ کے لیے حاکمیت نہیں، نہ آقا کے لیے کسی غلام پر، نہ کسی مخلوق کو کسی دوسری مخلوق پر حکمرانی کا حق ہے۔ ان جملہ صورتوں میں حکم اللہ تعالیٰ کا ہے، قانون اسی کا ہے، کسی غیر کو حکم دینے کا حق نہیں)۔

استاذ ابوزہرہ اپنی کتاب "اصول الفقہ" میں فرماتے ہیں:

الحاکم ھو الحق سبحانه وتعالیٰ وطرق معرفة حکم اللہ ھی الادلة والمصادر الشرعیة لمعرفة حکم الشرعی اسلامی فیھا۔ (اصول فقہ - ص ۲۵)

(حاکم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے اور اللہ کا حکم جاننے کے ذرائع مصادر شرعیہ ادلہ شرعیہ ہیں، جن سے حکم شرعی معلوم ہوتا ہے)۔

پھر لکھتے ہیں:

الحاکم فی الفقه الاسلامی ھو اللہ سبحانه وتعالیٰ اذ ان ھٰذہ الشریعة قانون دینی یرجع الیٰ اصله الی وحی السماء فالحاکم فیه ھو اللہ وکل طرائق التعریف بالاحکام فیه

انما ھی مناھج لمعرفۃ حکم اللہ تعالیٰ و احکام دینہ السماوی
علیٰ ھٰذا اتفق جمھور المسلمین" بل اجمع المسلمون فان
الاجماع قد انعقد علیٰ ان الحاکم فی الاسلام ھو اللہ تعالیٰ و انہ
لاشرع الامن اللہ وقد صرح بذلک القرآن الحکیم فقال تعالیٰ:
إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ وقال تعالیٰ ، وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

(فقہ اسلامی میں حاکم اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہے کیونکہ یہ شریعت دینی قانون ہے۔
جو اپنی اصل میں وحی آسمانی کی طرف لوٹتا ہے۔ پس اس میں حاکم اللہ ہے اور اس کے جملہ
احکام کے جاننے کے ذرائع وہی ہیں، جو اللہ کے حکم جاننے کے ہیں اور اس کے دین سماوی
کے احکام کی معرفت کے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کا اتفاق بلکہ اجماع اس پر منعقد ہو چکا ہے کہ
اسلام میں حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ کے قانون کے سوا کوئی قانون نہیں۔ قرآن
بھی اس کی صراحت کر دی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ
أَنِ احْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ۔

شیخ محمد الخضری اپنی کتاب "اصول الفقہ" میں لکھتے ہیں:

الحاکم ھو اللہ سبحانہ و معرف احکامہ رسلہ بما یبلغون
الناس عنہ۔ الحکم ھو خطاب اللہ وینتج عن ذلک ان خطاب
اللہ مأخوذ فی حقیقۃ الحکم فلا حکم الا للہ وھذہ قضیۃ اتفق
علیھا المسلمون قاطبۃ - (اصول الفقہ ص ۱۲، المکتبۃ، مصر الطبعۃ
السادسۃ)

(حاکم اللہ سبحانہ ہیں اور اللہ کے احکام کی پہچان کراتے والے رسول ہیں جو اسے
اللہ کی طرف سے لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ حکم اللہ کا خطاب ہے جس کا یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے،
کہ اللہ کا خطاب حکم کی حقیقت میں داخل ہے، پس اللہ کے ماسوا کسی کو حکم دینے کا
اختیار نہیں، یہ مسئلہ ایسا ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے)۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے اور بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ جنوری ۱۹۵۱ء میں بمقام کراچی

جملہ مسلمان مکاتبِ فکر کے اکتیس سربرآوردہ علمائے کرام نے (جن میں مغربی و مشرقی پاکستان کے نمائندے شامل تھے)، ان سب نے ایک اسلامی مملکت کے جو بائیس نکات و اصول بالاتفاق طے کیے تھے، ان میں اوّلین نکتہ یہ تھا کہ:

۱- اصل حاکم تشریعی و تکوینی حیثیت سے اللہ رب العالمین ہے۔

یہی اصولی حقیقت دوسرے الفاظ میں قراردادِ مقاصد کے اس جزو میں درج ہے جو حاکمیت سے متعلق ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہہ نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے لیے شارع اور مطاع ہیں اور آنحضورؐ کی سنتِ ثابتہ بھی ہمارے لیے قرآن مجید کے مانند واجب الاتباع ہے۔ لیکن یہ اس بنا پر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حاکمیت مطلقہ میں شریک کیا ہے، بلکہ آنحضورؐ کی اطاعت و اتباع اس حیثیت سے ہے کہ آپ کی قولی و فعلی سنت چونکہ وحی پر مبنی ہے، لہٰذا اسی کی سربسر اور بلاچون وچرا تعمیل کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں نو مقامات پر انبیاء علیہم السلام کا یہ قول وارد ہے کہ: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ (اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو)۔ پھر یہ اصول بھی قرآن میں واضح فرمایا کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (النساء ۴:۶۴)

(ہم نے کوئی رسول بھی نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت ہو اللہ کی اجازت کے تحت)۔

اُوپر جتنے علمائے اصول کے اقوال نقل ہوئے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی (معاذ اللہ) سنتِ نبویہ کے مآخذِ شریعت و قانون ہونے کا منکر و مخالف نہیں۔ ہر ایک نے سنت و حدیث کی حجیت کا اثبات و اقرار اور اس کے حق میں استدلال کیا ہے۔ یہاں ان مباحث کا نقل کرنا ممکن و ضروری نہیں۔ لیکن حاکمیت کی بحث بالکل علیحدہ، جداگانہ موضوع ہے۔

ہمارے دستور کی دفعہ ۲ کی تازہ ترمیم شدہ عبارت یوں ہے:

"پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا، قرآن و سنت میں بیان کردہ اسلام کے احکام ملک کا اعلیٰ ترین قانون اور حکومت کے لیے پالیسی سازی اور پارلیمنٹ و صوبائی اسمبلیوں کے لیے قانون سازی اور رہنمائی کا سرچشمہ ہوں گے"۔

"اسلامی مملکت کے بنیادی اصول" جو ۱۹۵۱ء میں علمائے کرام نے بالاتفاق طے کیے تھے، ان کا اولین نکتہ جو حاکمیت سے متعلق تھا، اوپر نقل ہو چکا، دوسرا نکتہ یہ تھا:

"ملک کا قانون کتاب و سنت پر مبنی ہوگا اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جا سکے گا، نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جا سکے گا جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔"

تازہ ترین نفاذِ شریعت آرڈیننس ۱۹۸۸ء میں بھی شریعت کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہوئے اسے پاکستان میں اعلیٰ ترین سرچشمۂ قانون قرار دیا گیا ہے اور شریعت سے مراد اسلام کے وہ احکام لیے گئے ہیں جو قرآن و سنت میں مرقوم ہیں۔

اِس مختصر بحث کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں خالقِ کائنات کی حاکمیتِ مطلقہ اور اقتدارِ اعلیٰ کو جن الفاظ میں ثبت کیا گیا ہے، اُن میں کسی اشتباہ و اعتراض کی گنجائش نہیں نکلتی اور احکامِ شریعت میں قرآن مجید کے ساتھ سنتِ نبویہ کا مقام اپنی جگہ الگ درج کر دیا گیا ہے۔

(بقیہ سندھ ہائی کورٹ کا طلاق کے متعلق ایک فیصلہ)

لہٰذا میں مسلم عائلی قوانین آرڈیننس کی دفعہ، کو اس اعتبار سے تسلیم نہیں کرتا کہ درخواست گذار کا چیئرمین کی طرف سے جاری کردہ طلاق کا نوٹس مورخہ ۸۲/۲/۱۰ اور اس تاریخ سے نوّے دن گذر جانے نے قرآن و سنت کے احکام کی بے توقیری کر کے طلاق کو فی الواقع مؤثر کر دیا۔ اور درخواست گذار نے ۸۲/۲/۱۰ کو جس طرح "طلاق" کہی تھی وہ شیعی پرسنل لا کی نظر میں، جس سے فریقین نے اپنی وابستگی ظاہر کی ہے، غیر مؤثر ہے۔ درخواست گذار کو کوئی حکم امتناعی نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ مقدمے کے کوائف کی رُو سے مستغاثہ علیہ نمبر ۱ بدستور درخواست گذار کی بیوی ہے۔ بمطابق فیصلہ۔